سیف المقلد

مؤلف

مفتی محمد جسیم الدین

النعمان سوشل میڈیا سروسز

www.AlnomanMedia.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلى اٰله واصحابه الذين بشرهم الله بقوله تعالى رضى الله عنهم ورضوا عنه وعلى من تبعهم باحسان الى يوم الدين.

تقلید کا لغوی معنی:

تقلید کا مادہ قلادۃ ہے یہ قلادۃ جب انسان کے گلے میں ہو تو ہار کہلاتا ہے اور حیوان کے گلے میں ہو تو پٹہ کہلاتا ہے، حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے استعارت من اسماءؓ قلادة الحديث. (بخاری ج ۱، ص ۵۳۲ و مسلم ج ۱، ص ۱۶۰) حضرت اسماءؓ سے ہار مانگا تھا (اور پہنا)۔

اور نیز حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ انسلت قلادة لى من عنقى فوقعت (الحدیث) میرا ہار گردن سے سرک کر نیچے گر پڑا (مسند احمد ج ۶، ص ۲۷۲)۔

اور حضرت امام بخاریؒ (المتوفی ۲۵۶ھ) نے باب القلائد الخ اور استعارۃ القلائد کے مستقل ابواب قائم کئے ہیں جن میں ہار پہننے اور ضرورت کے وقت عورتوں کا ایک دوسری سے ہار مانگنے کا تذکرہ ہے پھر احادیث سے اسکا اثبات کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو بخاری ج ۲، ص ۸۷۳-۸۷۴)۔

مشہور لغوی علامہ قریشی فرماتے ہیں کہ۔

تقلید در گردن افگندن حمیل وغیرہ آن کسے (صراح ص ۱۴۳) یعنی تقلید کا معنی کسی کے گلے میں ہار وغیرہ ڈالنا، اور نیز فرماتے ہیں: چیزے در گردن ستور قربانی درآویختن بجہت علامت (ص ۱۴۳)۔

یعنی قربانی کے جانور کی گردن میں بطور علامت کوئی چیز لٹکا دینا۔

امام ابوالفتح ناصر بن عبداللہ المطرزیؒ (التوفی ۶۱۶ھ) لکھتے ہیں کہ۔

تقلید الهدی ان یعلق بعنق البعیر قطعة نعل او مزاوة لیعلم انه هدی

(المغرب ج ۲، ص ۱۳۱) قربانی کے جانور کی تقلید یوں ہے کہ اونٹ وغیرہ کے گلے میں جوتی یا چمڑے کا ٹکڑا باندھ دیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔

اور علامہ ابن الاثیر ابوالسعادات مبارکؒ بن محمدؒ (التوفی ۶۰۶ھ) اور علامہ محمد طاہرؒ (التوفی ۹۸۶ھ) بھی یہی معنی کرتے ہیں کہ گائے اور اونٹ وغیرہ کی گردن میں کوئی چیز ڈالنے کو تقلید کہتے ہیں۔ (النہایہ ج ۱، ص ۲۰۵، مجمع البحار ج ۲، ص ۱۶۶)۔

اور لغت کی جدید اور معروف کتاب مصباح اللغات ص ۷۶۴ میں ہے قلده فی کذا اس نے اسکی فلاں بات میں بغیر غور وفکر کے پیروی کی، تقلید کے اس لغوی معنی میں مقلد اپنے امام پر اس کے علم وتقوی پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے قول کو اپنے گلے کا ہار بناتا ہے۔

الحاصل: لفظ قلادہ جب انسان کیلئے بولا جائیگا تو اس سے ہار مراد ہوتی ہے اور جب حیوان کے لئے بولا جائے تو اس سے گلے کا پٹہ مراد ہوتی ہے انسان کے لئے بجائے ہار کے حیوانوں کا پٹہ ہی مراد لینا اور اس پر اصرار کرنا نہ صرف یہ عقل کی خامی ہے بلکہ اخلاقی پستی بھی ہے۔

تقلید کا اصطلاحی معنی:

التقلید اتباع الرجل غیره فیما سمعه بقول او فی فعله علی زعم انه محق بلانظر فی الدلیل (شرح مختصر المنار) وفی التحریر لابن الهمام العمل بقول من لیس قوله احدی الحجج بلاحجة منهما فلیس الرجوع الی النبی

ﷺ والاجماع منه بل المجتهد والعامی الی مثله والی المفتی وھذا ھو المعروف (التحریر لابن الھمام ص ۵۴۷) یعنی تقلید کہا جاتا ہے اتباع کرنا رجل اپنے پیرو غیرہ کے قول یا فعل پر اسکی حقیت کے گمان کرتے ہوئے بدون نظر کرنے دلیل میں، (ھکذا فی مسلم الثبوت، والتوضیح والتلویح، وتحریر الاصول، و فواتح الرحموت، و غایۃ التحقیق، و مغنم الحصول، منھاج الاصول، و اصول ابن الحاجب، و عقد الفرید، و ضوء المعالی، شرح بدء الامالی، و نامی المستصفی، و شرح جمع الجوامع وغیرھا).

غیر مقلد کے شیخ الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب دھلوی (التوفی ۱۳۲۰ھ) کی زبان سے تقلید کی تعریف سنئے، وہ فرماتے ہیں کہ معنی تقلید کے اصطلاح میں اہل اصول کی یہ ہیں کہ مان لینا اور عمل کرنا ساتھ قول بلا دلیل اس شخص کے جسکا قول حجت شرعی نہ ہو، تو بناء بر اس اصطلاح کی رجوع کرنا عامی کا مجتہدوں کیطرف اور تقلید کرنی انکی کسی مسئلہ میں تقلید نہوگی (کیونکہ لاعلمی کے وقت ان کی طرف رجوع کرنا نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور وہ شخص اہل الذکر اور اہل علم کی بات ماننے کا شرعاً مکلف ہے) بلکہ اسکو اتباع اور سوال کہینگے، اور معنی تقلید کے عرف میں یہ ہیں کہ لاعلمی کے وقت کسی اہل علم کا قول مان لینا اور اسپر عمل کرنا اور اسی معنی عرفی میں مجتہدوں کی اتباع کو تقلید بولا جاتا ہے الخ، (معیار الحق ص ۶۶)۔

اور پھر عقد الفرید کا حوالہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اور فاضل قندھاریؒ (حبیب اللہ) مغتنم الحصول میں فرماتے ہیں (ہم میاں صاحبؒ کے ترجمہ پر ہی اکتفاء کرتے ہیں) تقلید اس شخص کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا ہے جس کا قول فحوی شرعیہ میں سے نہو سو رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف تقلید نہ ٹھہری، اور اسی طرح رجوع کرنا انجان کا مفتی کے قول کیطرف اور رجوع کرنا قاضی کا ثقہ آدمی کے قول کیطرف تقلید نہیں ٹھہریگی، کیونکہ یہ رجوع بحکم شرع

واجب ہے بلکہ رجوع کرنا مجتہد یا انجان کا اپنے جیسے آدمی کی طرف تقلید نہیں ہے لیکن مشہور یوں ہوگیا ہے کہ انجان مجتہد کا مقلد ہے۔

امام الحرمینؒ نے کہا ہے کہ اس قول مشہور پر بڑے بڑے اصولی ہیں اور امام غزالیؒ اور آمدیؒ اور ابن الحاجبؒ نے کہا ہے کہ رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع اور مفتی اور گواہوں کیطرف اگر تقلید قرار دیا جائے تو کوئی حرج نہیں پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے انتہی بلفظہ، (معیار الحق ص ۶۷) جماعت غیر مقلد کے رہنما مولانا نذیر حسین صاحب کے اس مفصل بیان سے ذیل کے اہم فوائد ثابت ہوتے ہیں:

(۱) لاعلمی کے وقت کسی مسئلہ میں مجتہدین کی طرف رجوع کرنا درحقیقت تقلید نہیں بلکہ اتباع اور سوال ہے۔

(۲) مجتہدین کی اتباع کو تقلید بھی کہا جاتا ہے یعنی بالمآل اتباع اور تقلید ایک ہی چیز ہے ان میں کوئی فرق نہیں۔

(۳) لاعلم اور انجان آدمی کا مفتی کے قول کیطرف رجوع کرنا تقلید نہیں بلکہ یہ بحکم شرع واجب ہے لیکن بڑے بڑے اصولیوں کے قول کے مطابق اس کو تقلید کہنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(۴) جسطرح مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا جائز ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کی اتباع کو بھی تقلید کہنا جائز ہے اس تفصیل کو ملحوظ رکھنے کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں مجتہدین کی اتباع اور تقلید کرتا ہوں یا یہ کہے کہ میں آنحضرت ﷺ کا مقلد ہوں تو درست اور صحیح ہے اور اس پر کوئی ملامت اور لعن طعن نہیں ہو سکتا، اور نیز جو حضرات تقلید اور اتباع کو ایک ہی مفہوم میں لیتے ہیں ان پر بھی کوئی گرفت نہیں ہو سکتی، جیسا کہ اکثر کتب میں تقلید کو اتباع سے تعبیر کی گئی ہے (کشاف اصطلاحات الفنون ص ۱۱۷۸، شرح منار مصری ص ۲۵۲، نامی شرح حسامی ص ۱۹۰ وغیرہ)۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں اتباع و تقلید کے معنی واحد ہیں (سبیل الرشاد ص ۲۷)۔

قرآن کریم سے تقلید کا ثبوت

(۱) اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: یـاایهـا الـذیـن آمـنـوا اطیـعوا اللّٰه واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (الآیۃ ۵، آل عمران) ترجمہ: اے مؤمنو! اللہ کی اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور تم میں جو صاحب امر (اور حکم) ہیں انکی (بھی) اطاعت کرو۔

اس آیت کریمہ میں تین چیزوں کا حکم ہے (۱) اللہ تعالیٰ کی اطاعت (۲) حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت (۳) اور اولی الامر کی اطاعت۔ پہلی دو چیزوں کے متعلق تو اہل اسلام میں سے کسی کا کوئی اختلاف نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت ہر مسلمان کا فرض اولین ہے اور انکی اطاعت سے روگردانی باغی، نافرمان اور سرکش ہی کا کام ہے۔ جب پہلی دو چیزوں میں اختلاف ہی نہیں تو ہم ان کی تفصیل بھی عرض نہیں کرنا چاہتے، البتہ تیسری چیز کے متعلق ہم کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) یہ بات طے شدہ ہے کہ مسلمان کو مسلم صاحب امر کی اطاعت کرنا ضروری ہے، غیر مسلم کی اطاعت نہ صرف یہ کہ ناجائز ہے بلکہ گناہ بھی ہے۔ اور "منکم" کے لفظ میں اللہ تعالیٰ نے اسکو بیان فرمایا ہے کہ اولی الامر کی اطاعت اس وقت ضروری ہوگی جب وہ تم میں سے (یعنی مسلمان) ہو "منکم" کا یہی معنی ہے کیونکہ پہلے یاایہا الذین آمنوا کی تصریح موجود ہے۔

(۲) یہ بات بھی اصول موضوعہ میں شامل ہے کہ صاحب امر کی بات بھی جب کہ وہ خدا تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی میں ہو ماننا ناجائز اور گناہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا صاف ارشاد ہے: فـاذا امـر بـمعصية فلاسمع ولا طاعة، (بخاری ج ۲، ص ۱۰۵۷)، یعنی جب صاحب امر کی طرف سے خدا تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی کا حکم صادر کیا گیا ہو تو پھر نہ تو

اسکی بات سنی جائز ہے اور نہ ہی اسکی اطاعت روا ہے۔

(۳) صاحب امر جبکہ اللہ تعالی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہو تو اس صورت میں نہ صرف یہ کہ اسکی اطاعت جائز ہی ہے بلکہ اللہ تعالی کا حکم بھی اسکی اطاعت پر مجبور کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کا صاف ارشاد ہے کہ من اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصا امیری فقد عصانی، یعنی جس نے میرے امیر کی اطاعت کی تو اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی تو اس نے میری نافرمانی کی۔

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۷)۔

حضرات قارئین کرام! آپ نے صاحب امر کی اطاعت اور اسکی شرائط کا حال پڑھ لیا اب یہ بحث باقی رہجاتی ہے کہ اولی الامر سے مراد کون ہیں؟ اولی الامر سے اصولی طور پر دو ہی قسم کے لوگ مراد لئے گئے ہیں (۱) علماء اور فقہاء، (۲) امراء جیوش اور مطلق حکام، آپ اولی الامر سے پہلی قسم مراد لیں یا دوسری بہر حال ہمارا مدعی ثابت ہے۔

اولی الامر کی تفسیر صحابہ کرام سے:

پہلی قسم: کہ اولی الامر سے مراد علماء اور اصحاب فقہ ہیں: حضرات جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں: اولی الامر منکم قال الفقه والخیر ، (مستدرک ج ۱ ص ۱۲۳) کہ اولی الامر سے اصحاب فقہ اور ارباب خیر مراد ہیں، حضرت جابرؓ کی اس تفسیر کو امام حاکمؒ نے سند کے ساتھ پیش کیا ہے امام حاکمؒ اور ذہبیؒ دونوں اس کی تصحیح کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ (جو حبر الامۃ اور ترجمان القرآن کے لقب سے مشہور تھے) سے بھی یہی تفسیر منقول ہے یعنی اهل الفقه والدین (الی ان قال) فاوجب الله اطاعتهم (مستدرک ج ۱ ص ۱۲۳) اولی الامر سے اہل فقہ اور اہل دین مراد ہیں (جو لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں)۔ (آگے فرمایا کہ) اللہ تعالی نے ان کی اطاعت واجب

کردی ہے، حضرت ابن عباسؓ کی یہ تفسیر بھی سند سے منقول ہے اسکے تمام روات بھی ثقہ ہیں، اور تفسیر صحابہؓ کے متعلق علمائے کرام فرماتے ہیں تفسیر الصحابی مسند، تفسیر الصحابی حجة، تفسیر الصحابی مرفوع ،(مستدرک ج۱،ص ۱۳۳)، معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۰، زاد المعاد ج ۴، ص ۵۲، تدریب الراوی ص ۶۵، الجنۃ لنواب صدیق حسن خان ص ۹۶ توجیہ النظر ص ۱۶۵)، یعنی صحابی کی تفسیر مسند ہے (یعنی آنحضرت ﷺ کا فرمان ہوتا ہے) اور صحابی کی تفسیر حجت ہے، اور صحابی کی تفسیر مرفوع ہوتی ہے۔

جب حضرت جابرؓ اور حضرت ابن عباسؓ اولی الامر کی تفسیر اولی الفقہ سے کرتے ہیں اور قاعدہ مذکورہ کی بناء پر صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث ہوتی ہے اور سند بھی اسکی صحیح ہے تو یہی تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ تفسیر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سنی ہوگی۔

اب دیکھئے کہ غیر مقلدین حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تفسیر کو بھی قبول کرتے ہیں یا بعض دیگر حضرات مفسرین کرام کی تفسیر اور اپنی رائے اور پسند کی بات پر مصر رہتے ہیں۔

اور اگر ہم یہ بھی تسلیم کرلیں کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں نہیں ہوتی تب بھی بفضلہٖ تعالیٰ فتح ہماری ہی ہوگی۔ راہنمائے غیر مقلدین نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں کہ وھکذا حکم اقوالھم فی التفسیر فانھا اصوب من اقوال من بعدھم (الجنۃ ص ۹۶) اور اسی طرح حضرات صحابہ کرامؓ کے تفسیری اقوال کا حکم ہے کہ وہ بعد میں آنے والے حضرت کے اقوال سے بہت زیادہ صحیح ہیں، اسی طرح حضرات تابعینؒ کے اقوال کے متعلق خان صاحب لکھتے ہیں کہ وھکذا تفسیر التابعی حجة (الجنۃ ص ۹۶) یعنی اسی طرح تابعی کی تفسیر بھی حجت ہے۔

اولی الامر کی تفسیر حضرات تابعین سے:

اور متعدد حضرات تابعینؒ سے مروی اور منقول ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء اور اہل فقہ ہیں۔

حضرت عطاء بن ابی رباح (المتوفی ۱۱۴ھ) سے سند کے ساتھ منقول ہے کہ اولوا الامر اولو العلم والفقه (دارمی ص ۴۰) یعنی اولی الامر سے اہل علم اور اصحاب فقہ مراد ہیں۔

اور ابو بکر الجصاص الرازی (المتوفی ۳۷۰ھ) واولی الامر منکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اختلف فی تأویل اولی الامر فروی عن جابرؓ بن عبد اللہؓ وابن عباسؓ روایة والحسنؒ والعطاءؒ ومجاهدؒ انهم اولوا الفقه والعلم وعن ابن عباسؓ روایة وعن ابی هریرةؓ انهم امراء السرایا، ویجوز ان یکونوا جمیعا مرادین بالآیة لان الاسم یتناولهم جمیعا لان الامراء یلون امر تدبیر الجیوش والسرایا قتال العدو والعلماء یلون حفظ الشریعة وما یجوز وما لا یجوز (احکام القرآن ج ۲ ص ۲۱۰) یعنی اولی الامر کی تفسیر میں اختلاف کیا گیا ہے حضرت جابرؓ بن عبد اللہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایۃً اور حضرت حسنؒ و حضرت عطاءؒ اور حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ اولی الامر اہل فقہ اور اہل علم ہیں اور حضرت ابن عباسؓ سے روایۃً اور حضرت ابو ھریرۃؓ سے مروی ہے کہ اس سے مراد اُمراء جیوش ہیں اور جائز ہے کہ اس آیت کریمہ سے دونوں مراد ہوں کیونکہ اولی الامر کا لفظ دونوں کو شامل ہے اس لئے کہ امراء تدبیر جیوش اور فوجوں اور دشمن سے لڑائی کے کام کی سرپرستی کرتے ہیں اور علماء حفظ شریعت اور جائز اور ناجائز چیزوں کی سرپرستی کرتے ہیں۔

یہ عبارت اپنے مفہوم و مدلول کے لحاظ سے بالکل واضح ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ قال الحسن وقتادة وابن ابی لیلی هم اهل

العلم والفقه وقال السدی الامراء والولاة قال ابوبکر یجوز ان یرید به الفریقین من اهل الفقه والولاة لوقوع الاسم علیهما جمیعا، (احکام القرآن ج ۲، ص ۲۱۵)، یعنی حضرت حسنؒ اور حضرت قتادہؒ اور حضرت ابن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ اولی الامر اہل علم اور اہل فقہ ہیں اور حضرت سدیؒ فرماتے ہیں کہ امراء اور حکام مراد ہیں، امام ابوبکر الجصاصؒ فرماتے ہیں کہ جائز ہے کہ اس سے اہل فقہ اور حکام کے دونوں فریق مراد ہوں کیونکہ یہ لفظ دونوں پر واقع ہوتا ہے۔

اس عبارت سے بھی بالکل واضح ہو گیا کہ دونوں طبقے مراد لینے میں کوئی تضاد و تعارض نہیں اور نہ اس میں نقلاً و عقلاً کوئی قباحت ہے۔

الحاصل: جب یہ بات پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہے کہ اولی الامر سے مراد اصحاب فقہ و علماء اور اصحاب خیر ہیں تو انکی اطاعت کا اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں اور یہ محال ہے کہ شرک اور بدعت و مذموم امر کا حکم رب العزت کی طرف سے ہو اور صیغۂ امر "اطیعوا" کا بھی اچھی طرح خیال فرمائیں۔

راہنمائے غیر مقلد نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں، اصل در امر وجوب فعل مامور بہ ست (بدور الاھلہ ص-۲۲) یعنی امر اصل قاعدہ کے لحاظ سے فعل مأمور بہ کے وجوب کے لئے ہوتا ہے، جب صیغۂ امر سے مامور بہ کا وجوب ثابت ہے تو اس وجوب پر عمل کرنے سے شرک کیوں لازم آیا، اور یہ مذموم کیوں ہے، غیر مقلدین حضرات کو خدا تعالیٰ کا خوف کرنا چاہئے کہ مطلقاً تقلید حضرات ائمہ کرام کے شرک کہنے سے کیا خرابی لازم آتی ہے، اور اسکی زد کہاں کہاں پڑتی ہے اور کیا حضرات ائمہ کرام کی یہی توقیر ہے؟

اثبات تقلید کے بارے میں دوسری آیت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واذا جاء هم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم ۔ (آل عمران، پ۵)

ترجمہ: جب انکے پاس امن یا خوف کا کوئی واقعہ پہنچتا ہے تو وہ اسکو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسکو جناب رسول اللہ ﷺ اور اولی الامر کیطرف لوٹائے (تو بہتر ہوتا) تاکہ انکی حقیقت اور تہ کو پہنچ سکتے ہیں وہ اسکو جان لیتے (پھر جیسا مناسب سمجھتے کرتے)۔

اس آیت کریمہ میں عوام الناس کو تنبیہ کی گئی ہے کہ ہر بات ان کے سمجھنے کی نہیں ہوتی لہذا جب بھی وہ کسی امن یا خوف کی بات کو سنیں تو جناب رسول اللہ ﷺ اور اولی الامر سے انکی بابت پوچھ لیا کریں، پھر جیسا وہ مناسب خیال فرمائینگے بتلا دینگے پھر عوام اس پر عمل کریں۔

مندرجہ ذیل امور پر غور کریں:

(۱) اگرچہ آیت میں امن اور خوف کا ذکر ہے لیکن ان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ امن اور خوف ان کا پس منظر اور انکی تشہیر بسا اوقات امن عامہ کے لئے مخل ہوتی ہے اور ہر آدمی انکے نتائج تک پہنچ نہیں سکتا اس لئے یہ ضروری ٹھہرا کہ ایسے اہم کاموں میں ہر آدمی اپنی سمجھ سے کام نہ لے بلکہ کسی سمجھدار سے جو حقیقت آشنا ہو پوچھ لے، اسی طرح دین کا ہر مسئلہ اور انکی حقیقت بھی ہر آدمی کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے اس لئے ایسے مسائل میں ایسے لوگوں سے جو حقیقت سے آگاہ ہوں پوچھنا ضروری ٹھہرا۔

(۲) اس آیت میں اولی الامر ایسے حضرات کو کہا گیا جن میں استنباط اور اجتہاد کا مادہ موجود ہوتا کہ ضرورت کے وقت وہ جزئیات کو اصول کی طرف اور غیر منصوص مسائل کو احکام منصوصہ کی

طرف لوٹا کر معاملہ کی نزاکت کو معلوم کر سکیں، اور یہ کام صرف حضرات فقہاء کرام اور مجتہدین کا ہے، چنانچہ امام ابوبکر الجصاص الرازیؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ فقد حوت هذه الآية معانی منها ان فی احكام الحوادث ماليس بمنصوص عليه بل مدلول عليه، ومنها ان على العلماء استنباطه والتوصل الى معرفته برده الى نظائره من المنصوص ومنها ان العامی عليه تقليد العلماء فی احكام الحوادث الخ (احکام القرآن ج ۲، ص ۲۱۵)۔

یعنی بلا شک یہ آیت کریمہ متعدد معانی ومطالب پر مشتمل ہے (۱) یہ کہ پیش آمدہ مسائل کے احکام ایسے بھی ہیں جو صراحۃً ثابت نہیں بلکہ دلیل سے انکی طرف رہنمائی ہوتی ہے (۲) یہ کہ علماء پر انکا استنباط اور منصوص نظائر کیطرف لوٹا کر ان کی معرفت تک توصل لازم ہے (۳) یہ کہ عامی پر پیش آمدہ مسائل کے احکام میں علماء کی تقلید لازم ہے۔

یہ عبارت بھی اپنے مفہوم اور مدلول کے اعتبار سے بالکل واضح ہے۔

اثبات تقلید کے متعلق تیسری آیت:

واتبع سبيل من اناب الی الخ (لقمان-۲۱) اللہ تعالیٰ پہلے مؤمن کو یہ حکم دیتے ہیں کہ اگر ماں باپ تجھے شرک کرنے پر مجبور کریں تو انکی اطاعت نہ کرنا، ہاں دنیوی امور میں انکے ساتھ دیتے رہنا، پھر ارشاد فرماتے ہیں واتبع سبيل من اناب الی (لقمان پ ۲۱) جو لوگ میری طرف انابت اور رجوع کرتے ہیں تو اُ ۔ ء راستے کی اتباع کر۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو بندگان خدا اللہ تعالیٰ کی طرف انابت اور رجوع کرتے ہیں ان کی اتباع نہ صرف یہ کہ جائز ہی ہے بلکہ ضروری اور واجب بھی ہے کیونکہ "واتبع" صیغۂ امر ہے اور صیغۂ امر کا وجوب پر دلالت کرتا ہے، علامہ آلوسیؒ اس آیت کریمہ کی

تفسیر میں لکھتے ہیں واتبع سبیل من اناب الی بالتوحید والاخلاص بالطاعۃ
وحاصلہ اتبع سبیل المخلصین (روح المعانی ج ۲۱ ص ۷۸)

اب ہم حضرات غیر مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ حضرات ائمہ اربعہ اور انکے علاوہ دیگر
حضرات ائمہ کرام کیا توحید وسنت پر قائم تھے یا نہ؟ اور کیا اطاعت خدا تعالی اور رسول برحق کی
فرمانبرداری میں اخلاص سے پیش آتے تھے یا ریاکاری بھی کرلیا کرتے تھے؟ اگر آپ یہ کہیں کہ
وہ لوگ العیاذ باللہ تعالی نہ توحید وسنت پر گامزن تھے اور نہ مخلص تھے بلکہ مشرک اور ریاکار تھے
اسکا اثبات آپ کے ذمہ ہوگا من ادعی فعلیہ البیان۔

اور اگر وہ موحد اور مخلص تھے اور یقینا ایسے ہی تھے تو حافظ ابن تیمیہؒ کے الفاظ میں انکی اتباع
واجب ٹھہری واتبع سبیل من اناب الی والامۃ منیبۃ الی اللہ تعالی فیجب
اتباع سبلھا۔ (معارج الاصول ص-۱۲)

واتبع سبیل من اناب الی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امت چونکہ
اللہ تعالی کیطرف ہی انابت کرتی رہی ہے تو اسکے راستوں کی اتباع واجب ٹھہری۔

جب امت منیب ہے اور فقہی طور پر اس امت کے مقتدی اور پیشوا حضرات ائمہ اربعہ
بھی ہیں تو فرمائیے کہ تعلیم قرآن کیوجہ سے ان کی اتباع اور تقلید شرک فی الرسالۃ ٹھہری یا
واجب؟ ہم پہلے باحوالہ عرض کرچکے ہیں کہ اتباع اور تقلید ایک ہی شی ہے۔

غیر مقلدین کا غلط دعوی:

قارئین کرام: اچھی طرح سمجھ چکے ہونگے کہ غیر مقلدین حضرات کا یہ دعوی کہ
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی اور کی اتباع اور اطاعت جائز نہیں، کیا غلط
دعوی ہے کیونکہ امیر کی اتباع اور اطاعت رسول کی اتباع اور اطاعت ہے اور حضرات فقہاء

اور علماء کی اتباع واطاعت بھی رسول کی اتباع اور اطاعت ہے گویا انکی اطاعت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں مدغم ہے جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا تعالیٰ کی اطاعت میں مدغم ہے۔

تنبیہ:

البتہ ایک چیز پیش نظر رہے کہ حضرات ائمہ کرامؒ معصوم نہیں ہیں اس لئے ان سے خطا اور غلطی کا صدور بمقتضائے بشریت ممکن ہے ان کی ایسے مسائل اور امور میں اطاعت جائز نہیں بلکہ اس صورت میں قرآن وحدیث کو ہی اپنا حکم تسلیم کرنا ضروری ہے جو لوگ جہالت یا خیانت سے قرآن اور حدیث پر اپنے کسی امام یا پیر کی بات کو ترجیح دیں یا ان کے مساوی سمجھیں بلکہ قرآن اور حدیث کی موجودگی میں حضرات ائمہ کرام اور پیران عظام کی بات سے استدلال اور احتجاج کریں تو ایسے لوگ ملحد اور زندیق ہیں، ایسے لوگ واقعی شرک فی الالوھیت اور شرک فی الرسالت کا ارتکاب کرتے ہیں لیکن معاف رکھنا ہمیں ان سے کیا علاقہ اور نسبت؟ بلکہ ہم تو ایسے ملاحدہ کو صاف کہتے ہیں۔

ترسم کہ نرسی بکعبہ اے اعرابی - کیں راہ کہ تو میروی بترکستان ست۔

ایسے زنادقہ اور جاجلہ کے عمل اور طرز وطریق پر جمہور اہل اسلام کی تقلید کو قیاس کرنا شیر کو شیر بنانا بلکہ اسلام کو کفر بنانے کے مترادف ہے۔

اثبات تقلید کے متعلق چوتھی آیت:

اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس عقیدہ کی کہ پیغمبر بشر نہیں ہو سکتے تردید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ وما ارسلنا من قبلك الا رجالاً نوحی الیهم فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (پ ۱۴، النحل) ہم نے آپ سے قبل کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا مگر مرد (اور

انسان) اہل علم سے پوچھ دیکھو اگر تم خود نہیں جانتے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کم علم اور ناسمجھ کو عالم اور سمجھدار سے پوچھنا اگر واجب نہیں تو "فاسئلوا" صیغہ امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کم از کم مستحب تو ضرور ہے، اگر وہ عالم زندہ ہے تو اس سے مشافہۃً پوچھا جائے، اور اگر وہ فوت ہو چکا ہے تو اس کے بتلائے ہوئے اصول وضوابط کی طرف مراجعت کر لی جائے۔

حضرت امام رازیؒ اور علامہ آلوسیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ان من الناس من جوّز التقليد للمجتهد لهذه الآية فقال لما لم يكن احد المجتهدين عالماً وجب عليه الرجوع الى المجتهد العالم، لقوله تعالى فاسئلوا الآية فان لم يجب فلا اقل من الجواز، (تفسیر کبیر ج ۱۹، ص ۱۹، روح المعانی ج ۱۴، ص ۱۴۸)،

یعنی بلاشبہ بعض لوگوں نے مجتہد کیلئے اس آیت کریمہ سے تقلید کا جواز ثابت کیا ہے، (بقول امام رازیؒ) یوں کہ جب مجتہدین میں سے کوئی کسی چیز کو نہیں جانتا تو اس پر مجتہد عالم کی طرف رجوع کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم سوال کرو الخ اگر رجوع کرنا واجب نہ ہو تو جواز سے کیا کم ہوگا؟

جب بعض مسائل میں مجتہد کو اپنے سے بڑے مجتہد عالم سے پوچھنا جائز ہے تو ایک عامی اور جاہل کو پوچھنا کیوں جائز نہ ہوگا؟

دیکھئے آج نہ تو حضرت امام بخاریؒ زندہ ہیں اور نہ حضرت امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتمؒ، نہ حضرت امام مزیؒ موجود ہیں اور نہ علامہ ذھبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کہ جن سے ہم رجال کے متعلق سوال کریں، مگر حضرت امام بخاریؒ کی کتب تاریخ امام ابی حاتمؒ کی کتاب العلل، امام مزیؒ کی تہذیب الکمال، علامہ ذھبیؒ کا تذکرہ اور میزان الاعتدال اور حافظ ابن حجرؒ کی تہذیب اور لسان وغیرہ موجود ہیں جن کے مطالعہ کرنے سے ہمیں رجال کی توثیق یا تضعیف

پر پورا پورا اطمینان ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اگر چہ آج نہ تو حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ موجود ہیں اور نہ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور نہ دیگر حضرات ائمہ کرام تاکہ ہم معانی حدیث سے متعلق ان سے پوچھیں؟ لیکن انکی اور انکے معتبر تلامذہ کی کتابیں اور انکے بیان کردہ اصول تو ہمارے پاس موجود ہیں، اسلئے ہمیں انکی طرف رجوع کرنے کے بعد قرآن اور حدیث کے سمجھنے میں بہت کم ٹھوکر لگ سکتی ہے، بخلاف اس کے، آپ دیکھ لیں کہ فرق باطلہ معتزلہ، خوارج، روافض، جہمیہ اور کرامیہ وغیرہ کو کہ اپنے خود تراشیدہ اصول کے مطابق اور اپنے ذہن نارسا پر بھروسہ کرنے کی بدولت ان کو قرآن اور حدیث میں کتنی تحریف کرنی اور کس قدر ٹھوکریں کھانا پڑیں، آج بھی آپ باطل فرقوں کو مثلاً قادیانی، چکڑالوی اور زمانہ حال کے مشرکین اور مبتدعین کو دیکھ لیجئے کہ کسطرح وہ قرآن اور حدیث کے معانی کو بگاڑتے ہیں اور اپنے باطل اور فرسودہ عقائد کے اثبات میں کسطرح آسمان سے ریسمان بناتے ہیں۔

اگر ہم حضرت امام بخاریؒ وغیرہ سے رجال حدیث کے متعلق سوال کر سکتے ہیں اور ضرور کرنا چاہئے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ وغیرہ سے ہم کیوں معانئ حدیث کا سوال نہیں کر سکتے؟ اور اگر پہلی چیز شرک نہیں تو دوسری چیز کیوں شرک ہے؟ یا اگر دوسری چیز شرک ہے تو پہلے چیز کیوں شرک نہیں؟

الحاصل: نادان اور بے سمجھ کا اہل علم سے سوال کرنا اور پوچھنے کے بعد اسکی بات پر بھروسہ اور اطمینان کرنا اگر ناجائز ہوتا تو اللہ تعالی اہل علم سے پوچھنے کا کیوں حکم دیتے؟ اور آنحضرت ﷺ کیوں فرماتے کہ انما شفاء العی السوال (مشکوۃ ج۱، ص۵۵) یقیناً ناواقف کا علاج اور شفاء اسی میں ہے کہ وہ واقف کار سے پوچھ لے۔

اگر مجیب کی بات سائل کے لئے حجت اور دلیل نہیں تو سائل کو کیوں ایک مہمل کام کے

پیچھے لگا دیا گیا ہے؟ تقلید حضرات ائمہ کرام کا مقصد بھی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ لاعلم مقلد جو ایک قسم کا سائل ہوتا ہے ہر مسئلہ کی تحقیق فقیہ اور عالم سے پوچھے اور اس پر عمل کرے، اگر وہ مسئلہ قرآن یا حدیث میں ہوگا تو مقلد اپنے امام کی عقل، علم اور دیانت پر بھروسہ کریگا تا کہ خود اس سے حضرت عدی بن حاتم کی طرح سیاہ اور سفید دھاگے میں فرق نہ کر سکنے کی غلطی میں واقع نہ ہو جائے، صحیح بخاری ج ۲، ص ۶۹ کی ایک حدیث میں یہ جملہ بھی موجود ہے کہ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا فسألت اهل العلم فاخبرونی (الحدیث) اس موقع پر ان اہل علم کا جو فیصلہ تھا وہ شرعاً غلط تھا اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرزور الفاظ سے تردید فرمائی، لیکن اہل علم سے دریافت کرنے کے سلسلے میں آپ نے کوئی گرفت نہیں فرمائی کہ تم نے اہل علم سے سوال کیوں کیا؟ اور ہمارا استدلال بھی صرف اسی شق سے ہے جس سے معلوم ہوا کہ اہل علم سے سوال کرنا ناجائز نہیں ورنہ آپ خاموش نہ رہتے ضرور منع کرتے تو یہ تقریری حدیث بھی قولی حدیث کے موافق ہے کہ لاعلمی میں اہل علم سے سوال کرنا چاہئے۔

احادیث رسول ﷺ سے تقلید کا ثبوت

(۱) عن عرباض بن سارية...... ....

یعنی حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہو کر آپ نے ایک مؤثر اور بلیغ تقریر ارشاد فرمائی جس سے لوگ اتنے متأثر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل میں خشیت طاری ہو گئی ایک شخص نے دریافت کیا کہ حضرت ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ یہ تقریر آپکی رخصت کرنے والے کی (آخری) تقریر ہے اس لئے ہمیں کچھ وصیت ارشاد فرما دیجئے، آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا

ہوں کہ خدا سے ڈرتے رہنا امیر کی بات کو سننا اور اسکی اطاعت کو بجالانا اگرچہ ایک حبشی غلام تمہارا امیر منتخب ہو جائے، کیونکہ میرے بعد تمہاری زندگی کے مراحل میں بہت کچھ اختلافات پیدا ہو جائینگے، اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ میری سنت اور خلفائے راشدینؓ کی سنت کو جو ہدایت یافتہ ہیں، مضبوط پکڑو، اور میری اور ان کی سنت کو اپنی داڑھوں سے مضبوط پکڑو اور دین میں نئی نئی باتوں سے احتراز کرو کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (ترمذی ج ۲، ص ۹۲، ابن ماجہ ص ۵، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷، مسند دارمی ص ۲۶، مستدرک ج ۱، ص ۹۵، مشکوۃ ص ۳۰ وغیرھا)، امام ترمذیؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں ہذا حدیث حسن صحیح، مشہور محدث ابن حزم ظاہری (غیر مقلد) اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں (بحوالہ تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبیؒ ج ۳، ص ۳۲۵)

اب حدیث مذکور کے معنوی اور مدلول کے لحاظ سے مندرجہ ذیل امور پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے۔

(۱) آنحضرت ﷺ نے اپنی وصیت میں جہاں تقوی اختیار کرنے پر زور دیا ہے وہاں امیر کی اطاعت کو بھی اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہو نمایاں طور پر تاکید فرمائی ہے اور امیر کی اطاعت بنام تقلید شخصی جسکی بحث آیات قرآنی کے ماتحت گذر چکی ہے۔

(۲) آپ ﷺ نے جہاں اپنی سنت کی پیروی پر حضرات صحابہ کرامؓ اور امت کو تاکید بلیغ ارشاد فرمائی ہے وہاں اپنے حضرات خلفاء راشدین کی سنت کو بھی مضبوط پکڑنے کا تاکیدی حکم ارشاد فرمایا ہے اور انکی سنت کو ایک حسی مثال سے واضح کیا ہے کہ جس طرح داڑھوں میں مضبوط پکڑی ہوئی چیز نکل نہیں سکتی اسی طرح فرمایا کہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو اور اسکو بالکل جنبش بھی نہ آنے دو۔

(۳) آپ ﷺ نے اپنے خلفائے راشدین کی غیر معمولی توصیف کی ہے کہ وہ راشد (راہ راست پر چلنے والے) اور مہدی (ہدایت یافتہ) ہیں اس لئے ان کی جو بھی سنت ہوگی وہ

اسلام میں رشد اور ہدایت ہی ہوگی۔

(۴) تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق، حضرت عمر الفاروق، حضرت عثمان اور حضرت علی المرتضی اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلفائے راشدین میں تھے جنکا راشد اور مہدی ہونا آنحضرت کے ارشاد اور جمہور اہل اسلام کے مشاہدہ اور شہادت سے ثابت ہو چکا ہے۔

(۵) ان خلفائے راشدین کے قول و فعل کے خلاف اور بعد کو جو چیز بھی ظاہر اور پیدا ہوگی اسکو دین اور مذہب کہنا نری بدعت ہوگی اور ہر بدعت ارشاد نبوی ﷺ کے بموجب گمراہی ہی ہوگی۔ اب ان مذکورہ بالا امور کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہمارا استدلال اور احتجاج ملاحظہ فرمائے۔ ایک وقت میں خلیفہ راشد صرف ایک ہی ہوسکتا ہے اور مسلمانوں پر اس ایک ہی کی اطاعت اور فرمانبرداری لازم اور ضروری ہوتی ہے جسطرح دو تلواریں ایک نیام میں نہیں آسکتیں اسی طرح دو خلیفے بھی بیک وقت منتخب نہیں ہو سکتے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کا صاف اور صریح ارشاد موجود ہے کہ اذا بویع للخلیفتین فاقتلوا الآخر منهم (مسلم ج ۲، ص ۱۲۸)، جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو تم دوسرے کو قتل کر دو۔

حضرت عرفجہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خود آنحضرت ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ من اتاکم وامرکم جمیع علی رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جماعتکم فاقتلوه (مسلم ج ۲، ص ۱۲۸، مشکوۃ ج ۲، ص ۳۲۰) تمہارے پاس جو شخص اس حالت میں آیا کہ تمہارا ایک شخص پر اتفاق ہو اور وہ تمہاری جماعت میں (ایک شخص پر اجتماعیت سے ہٹا کر) تفریق پیدا کرنا چاہتا ہو تو اسے قتل کر دو۔

ان حدیثوں سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ ایک خلیفہ ہوتے ہوئے دوسرے کی اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے اور اگر دوسرا اپنی خلافت منوانے پر مصر ہو تو اسکو قتل کر دینا ضروری ہے

اور اسی پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔

چنانچہ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ ایک زمانہ میں دو خلیفوں کی بیعت کرنا تمام علماء کے نزدیک ناجائز ہے چاہئے دار اسلام کا حلقہ وسیع ہو یا تنگ (شرح مسلم ج ۲ ص ۱۲۶)۔

تو جسطرح ایک وقت میں صرف ایک ہی خلیفہ کی بیعت کرنا جائز ہے اور دوسرے کی بیعت جائز تو کیا ہوتی وہ تو مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق کے شیرازہ کو بکھیرنے کے جرم میں واجب القتل ہے اسی طرح خلیفہ راشد بھی ایک وقت اور ایک زمانہ میں صرف ایک ہی ہو سکتا ہے جس کے ہاتھ پر تمام مسلمانوں کو بیعت کرنا اور اس کے حکم کے سامنے گردن جھکا دینا اور اس کے ہر ارشاد پر چلنا اور دین و دنیا کے مسائل میں اس سے استدلال اور احتجاج کرنا ضروری اور لابدی ہے۔

الغرض خلافت صدیقی میں تمام مسلمانوں کو صرف حضرت ابو بکرؓ کو اپنا امام، حاکم، پیشوا اور مقتدی بنانا ضروری تھا اور دین و دنیا کے تمام معاملات میں مسلمانوں کو ان کی اطاعت اور اتباع کرنا لابدی تھی اسی طرح خلافت فاروقی و عثمانی اور حیدری کا حال سمجھئے، ان میں سے ہر یک کے دور میں صرف ایک ایک کی تقلید کرنا ضروری تھا، اور تقلید شخصی کا یہی معنی ہے کہ ایک ہی ہستی اور ذات کو اپنے پیش نظر رکھکر اسکی اطاعت اور فرمانبرداری کا دم بھرا جائے۔ رہی یہ بات کہ خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر بیعت تو نظام عالم اور نظم و نسق کو برقرار رکھنے کے لئے یعنی سیاسی طور پر ہوتی ہے اور حضرات ائمہ کرام کی تقلید محض امور دین میں ہوتی ہے جو حقیقۃً جناب رسول اللہ ﷺ کی مسند اور گدی ہے تو امام کی بیعت سے تقلید شخصی کیسے ثابت ہوئی؟

یہ سوال بالکل بیجا ہے کیونکہ بخاری شریف کی حدیث اور مسامرہ اور شرح العقائد وغیرہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ امام وقت اور خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت بھی دین ہی کے لئے ہوتی ہے اور دنیا اس کے تابع ہے، مقصود بالذات خلافت سے اللہ تعالی کے دین کی حفاظت ہوتی ہے

اسلئے امام وقت کی تقلید اور بیعت کو نا جائز کہنا اور امام معین کی تقلید اور اتباع کو شرک کہنا بالکل نامناسب بلکہ ظلم عظیم ہے۔

جب پہلی چیز جائز ہے تو دوسری بھی جائز ہے اور اگر دوسری شرک ہے تو پہلی اس سے بھی ڈبل شرک ہوگی کیونکہ خلیفہ وقت کے ہاتھ پر بیعت سے دین اولاً اور دنیا ثانیاً (یعنی دین اور دنیا دونوں پہلو) ملحوظ ہوتے ہیں اور امام معین کی تقلید میں فقط دین کا لحاظ ہوتا ہے، اور جب دین اور دنیا دونوں پہلوؤں میں تقلید شرک نہیں بلکہ شریعت حقہ کی اس پر اشد ترین تاکید موجود ہے تو دوسرے مسئلہ میں تقلید اور اتباع سے کیوں شرک لازم آتا ہے، غرضیکہ دین و دنیا، مذھب اور سیاست میں فرق نکالنا یہ اہل یورپ کی پیداوار ہے، شریعت محمدیہ ﷺ کا دامن اس تفریق سے بالکل پاک اور منزہ ہے، مسلمان کی دنیا بھی دین ہے بلکہ مسلمان کا سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا، پینا وغیرہ بلکہ زندگی کا ہر شعبہ اور ہر پہلو دین ہے یہاں تو یہ نظریہ ہے جیسا کہ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ احتسب نومتی کما احتسب قومتی (بخاری ج ۲، ص ۶۲۲)، یعنی میں اپنی نیند کو بھی ایسا ہی ثواب سمجھتا ہوں جس طرح کہ اپنے کھڑے ہوکر نماز اور تہجد پڑھنے کو۔

الحاصل: اگر تقلید اور خصوصاً تقلید شخصی شرک ہوتی تو آنحضرت ﷺ ایک ایک خلیفہ اور امام کی اتباع، تقلید اور بیعت پر اتنی تاکید شدید نہ فرماتے، جب آپ نے ایسا کرنے پر امت کو عموماً اور حضرات صحابہ کرام کو خصوصاً ایک حد تک مجبور کر دیا ہے تو اب فرمائے کہ آپ تقلید شخصی کے اثبات پر اور کیسی دلیل چاہتے ہیں؟ کیا آپ کے نزدیک العیاذ باللّٰہ تعالی یہ تمام حضرات صحابۂ کرامؓ تقلید شخصی کے ارتکاب کی وجہ سے مشرک ہو گئے تھے؟ کیا آنحضرت ﷺ نے حضرات صحابہ کرامؓ کو شرک کرنے پر ابھارا تھا؟ العیاذ باللّٰہ تعالی۔ اب جب غیر مقلدین حضرات کے نزدیک بھی ایک خلیفہ اور امام کی بیعت تقلید اور اتباع صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے تو امام معین کی تقلید اور اتباع کو بھی ایسا ہی سمجھئے جس چیز کو آپ تسلیم کرتے ہیں ہم اسی

کو تقلید شخصی سے تعبیر کرتے ہیں، آپ اسکا عنوان کچھ ہی اختیار کر لیجئے، معنون ایک ہی ہے، سرخی کوئی مقرر کر دیجئے مطلوب اور مدلول ایک اور صرف ایک ہی ہے۔

اثبات تقلید کے بارے میں دوسری حدیث:

(۲) عن حذیفۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ انی لاادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ (ترمذی ج ۲، ص ۲۰۷ ابن ماجہ ص ۸۰، مستدرک ج ۳، ص ۷۵)۔

یعنی حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا (کہ میں کب تک تم میں زندہ رہونگا لہذا) تم میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء کرنا۔

اس حدیث کی امام ترمذی تحسین اور فن رجال میں مہارت تامہ رکھنے والے یعنی علامہ ذھبیؒ (تلخیص مستدرک ج ۳، ص ۷۵ میں) تصحیح کرتے ہیں، اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ آنحضرت ﷺ حضرات صحابہ کرام کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اقتدا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا، اور "من بعدی" سے مراد ان حضرات کی حالت خلافت ہے کیونکہ بدون امارت اور بلا خلافت تو دونوں حضرت آپ ﷺ کے روبرو بھی موجود تھے، تو پھر "من بعدی" کا کیا مطلب؟ اور ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اسلام اسکو تسلیم نہیں کرتا کہ دو خلیفوں کی بیک وقت اطاعت اور اتباع کی جائے لہذا مطلب بالکل صاف ہے کہ عہد ابوبکرؓ میں حضرت ابوبکر کی اور عہد عمر میں عمرؓ کی تقلید اور اقتداء کی جائے اور یہی تقلید شخصی ہے گو ایک معین زمانہ کیلئے ہی سہی، رہا مذہب وسیاست یا دین و دنیا کا فرق نکالنا تو یہ بالکل لچر پوچ بات ہے۔

تقلید شخصی کے ثبوت میں تیسری حدیث:

(۳) قال رسول اللہ ﷺ رضیت لکم ما رضی لکم ابن ام عبد

(مستدرک ج ۳، ص ۳۱۹) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے لئے اس چیز پر راضی اور خوش ہوں جس چیز کو تمہارے لئے عبداللہؓ بن مسعود پسند کریں۔

اگر تقلید شخصی شرک ہوتی تو آنحضرت ﷺ صرف حضرت ابن مسعودؓ ہی کی تخصیص نہ فرماتے اور ان ہی کی پیروی پر آمادہ نہ کرتے ورنہ اس ارشاد کا کیا مطلب ہوگا کہ جو چیز بھی تمہارے لئے حضرت ابن مسعودؓ پسند فرمائیں تو میں بھی اسکو تمہارے لئے پسند کرتا ہوں اور اسپر راضی اور خوش ہوں؟

حضرات غیر مقلدین! یہی وہ عبداللہؓ بن مسعود ہیں جن کے اقوال اور افعال پر فقہ حنفی کی عمارت قائم کی گئی ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جس چیز پر راضی ہوں اس پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی راضی ہیں اور آپ ﷺ جس پر راضی ہوں ناممکن ہے کہ پروردگار عالم اس پر راضی نہو، نتیجہ ظاہر ہے کہ خدا تعالی اور اسکے رسول برحق ﷺ کی رضا حضرت ابن مسعودؓ پر تھی اور انکے اقوال و افعال پر حنفی فقہ کا دار و مدار ہے۔

اب تو غیر مقلدین حضرات کو مخزن فقہ نبوی حضرت ابن مسعودؓ اور اس فقہ کے معلم اور استاذ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے سامنے سر ڈال کر یوں اپنی شکست کا اقرار کرنا چاہیے۔

چوتھی حدیث:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جب تک یہ عالم متبحر یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تمہارے درمیان زندہ ہیں تو مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو انہیں سے پوچھو، اگر صحابہ کرامؓ کے نزدیک تقلید شخصی شرک ہوتی تو ابو موسیٰ اشعری فرمادیتے کہ جناب رسول ﷺ کے بغیر ایک ہی آدمی کو اپنا امام نہ بنالیا کرو بلکہ جس سے جی چاہے پوچھ لیا کرو۔ حالانکہ آپ ﷺ خود صاف طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ذات گرامی پر بھروسہ کرتے ہوئے

لوگوں کو ان کی طرف مراجعت کرنیکا حکم دیتے ہیں بلکہ یوں کہیے کہ آپ ﷺ تقلید شخصی پر لوگوں کو آمادہ کرتے ہیں، اگر تقلید شخصی شرک ہوتی جیسا کہ غیر مقلدین کا زعم ہے تو پہلے آپ ﷺ نے اور پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری نے اس پر لوگوں کو کیوں اُبھارا؟

پانچویں حدیث:

عن اسود بن یزیدؓ قال اتانا معاذ بن جبلؓ بالیمن معلماً او امیراً فسألناه عن رجل توفی وترك ابنته واخته فاعطی الابنة النصف والاخت النصف (بخاری ج ۲، ص ۹۹۷)، یعنی اسود بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل ہمارے پاس یمن میں معلم یا امیر منتخب ہو کر آئے ہم نے ان سے دریافت کیا کہ ایک شخص کی وفات ہو چکی ہے اور اسکی ایک لڑکی اور ایک بہن موجود ہے اس کی وراثت کسطرح تقسیم ہوگی؟ تو حضرت معاذؓ نے اس میت کا ترکہ نصف لڑکی کو اور آدھا اس کی بہن کو دیا۔

آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع سے قبل ۱۰ھ میں حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تھا (قسطلانی حاشیہ بخاری ج:۱، ص:۱۸۷) گویا یہ واقعہ آپ کی زندگی کا ہے۔

اس حدیث سے ذیل کے امور وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) جسطرح امیر اور حاکم کی اطاعت ضروری ہے اسی طرح معلم کی اطاعت بھی ضروری ہے اور معلم کا لفظ اس میں صراحت کیساتھ موجود ہے ورنہ حضرت اسودؓ کو اس لفظ کے نقل پیش کرنیکی کیا ضرورت تھی، چونکہ حضرت معاذؓ یمن کے گورنر تھے جو امیر اور معلم بنا کر وہاں بھیجے گئے تھے اسلئے وہاں کے سب باشندوں پر ان کی اطاعت لازم تھی۔

(۲) اگر اہل یمن کے لئے حضرت معاذؓ کی بات فیصلہ اور فتویٰ حجت نہ تھی تو آنحضرت ﷺ نے العیاذ باللہ ایک بے فائدہ اور مہمل کام کیوں کیا کہ تنہا حضرت معاذؓ کو اہل یمن کی

طرف بھیجا، جبکہ انکا حکم ان پر لازم ہی نہ تھا؟ حضرت امام بخاریؒ کتاب اخبار الآحاد میں فرماتے ہیں "وكيف بعث النبي ﷺ امراء ه واحداً بعد واحد" (بخاری ج:۲،ص:۱۰۷٦) یعنی آنحضرت ﷺ اپنے حکام وامراء کو کیسے اکیلے اکیلے بھیجا کرتے تھے۔

(۳) اگر سب اہل یمن کیلئے معاذؓ کی جو شخص معین اور فرد حقیقی تھے اطاعت ضروری تھی اور یقیناً ضروری تھی تو غیر مقلدین پر لازم آئیگا کہ وہ تقلید شخصی کے جواز کو تسلیم کرلے یا صاف کہدے کہ العیاذ باللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ نے شرک کی اشاعت کے لئے حضرت معاذؓ کو روانہ کیا تھا اور وہ اسکی اشاعت بھی کرتے رہے۔

(۴) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں بھی تقلید شخصی رائج تھی کیونکہ آپ کی زندگی میں ہی اہل یمن پر حضرت معاذؓ کی رائے اور بات حجت تھی اور یہی تقلید شخصی ہے کہ غیر منصوص مسائل میں کسی ایک پر اعتماد کر لینا۔

(۵) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسئلہ مذکورہ میں سائلین نے حضرت معاذؓ سے کوئی دلیل نہیں پوچھی اگرچہ اپنے مقام پر اسکی دلیل بھی موجود تھی، لیکن ان پر محض حسن ظنی کرتے ہوئے انہوں نے حضرت معاذؓ کی بات کو حجت تسلیم کرلیا اور یہی تقلید شخصی ہے۔

چھٹی حدیث:

روى ابن سعد باسناد صحيح عن ابن عباسؓ قال اذا حدثنا ثقة عن عليؓ لم نتجاوزها ،(فتح الباری ج:۷،ص:٦۰) علامہ ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب کوئی ثقہ آدمی ہم سے حضرت علیؓ کا فتوی بیان کرے تو ہم اس سے ذرا بھی پس وپیش نہ کرینگے، حافظ ابن حجرؒ سے اس حدیث کی تصحیح بھی منقول ہے، دیکھئے کہ حضرت ابن عباسؓ ایسے جلیل القدر اور مجتہد صحابی حضرت علیؓ کی کیسی تقلید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "لم نتجاوزها" ہم حضرت علیؓ کے فتوی سے ذرا بھی تجاوز نہ کرینگے۔

غیر مقلدین حضرات ہی حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کر سکتے ہیں کہ آپ نے آنحضرت ﷺ کے ہوتے ہوئے حضرت علیؓ کی تقلید کا ارتکاب کیوں کیا؟ اور جب آنحضرت ﷺ کی شریعت قیامت تک رہیگی تو ابن عباسؓ سے پوچھ لیجئے کہ آپ نے یہ کیوں نہ کہا کہ ہم تو آنحضرت ﷺ کی ہی تقلید کرینگے، ہمیں حضرت علیؓ وغیرہ کی بات کی تقلید کب جائز ہے؟

ساتویں حدیث:

عن ابن مسعودؓ لو ان الناس سلکت وادیاً وشعباً وسلک عمرؓ وادیاً وشعباً سلکت وادی عمرؓ وشعبه لو قنت عمرؓ قنت عبداللّٰہؓ (ازالۃ الخفاء)۔

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمام لوگ کسی ایک وادی اور گھاٹی میں چلنا شروع کر دیں اور حضرت عمرؓ کسی دوسری وادی اور گھاٹی میں جائیں تو میں حضرت عمرؓ کی وادی اور گھاٹی میں ہی جاؤنگا، اگر حضرت عمرؓ قنوت (صبح کی نماز میں) پڑھتے تو عبداللہ یعنی میں بھی پڑھتا۔

اگر تقلید شخصی شرک ہوتی تو حضرت ابن مسعودؓ آنحضرت ﷺ کی شریعت کے ہوتے ہوئے حضرت عمرؓ کی راہ ورسم کی پابندی کا کیوں اظہار فرماتے؟ بلکہ ان کو کہدینا چاہئے تھا کہ اگر تمام لوگ بھی کسی میدان اور گھاٹی میں جائیں مگر میں تو بہر حال آنحضرت ﷺ کے قدم بقدم ہی چلونگا مجھے حضرت عمرؓ وغیرہ کے نقش وقدم پر چلنے کی وجہ سے العیاذ باللہ تعالی مشرک بننے کی کیا ضرورت ہے؟ اور یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وہی کچھ کرتے تھے جو آنحضرت ﷺ کو پسند ہوتا تھا اور آپ کسی چیز کو پسند نہ فرماتے تھے۔ جبتک اللہ تعالی نہ فرماتے تھے "ومایںطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی

مصطفی ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرائیل - جبرائیل ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار۔

آٹھویں حدیث:

حضرت جبیر بن مطعم نے روایت ہے کہ ایک عورت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے کوئی چیز دریافت فرمائی آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر کسی وقت آنا (آپ اسوقت بیمار تھے) اس عورت نے عرض کیا کہ اگر میں پھر کسی وقت آؤں جیسا کہ آپ فرماتے ہیں اور آپ کو نہ پاؤں یعنی اگر آپ کی وفات ہو جائے تو پھر کیا کروں؟ آنحضرت ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا فأتی ابابکر یعنی تو ابوبکرؓ کے پاس آنا۔ (بخاری ج:۲،ص:۵۱۶، مسلم ج:۲،ص:۲۷۳، مشکوۃ ج:۲،ص:۵۵۵)۔

اس حدیث سے جہاں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت ثابت ہوتی ہے وہاں اس سے تقلید شخصی بھی آفتاب نیمروز کی طرح ثابت ہے کیونکہ اس عورت نے تو آپ سے مسئلہ ہی پوچھا تھا، اس کے اس سوال پر کہ اگر آپ نہ ہوں تو میں کیا کروں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ کے پاس آنا۔

اگر تقلید شخصی شرک ہوتی تو آپ یوں ارشاد فرماتے کہ جس سے تمہارا جی چاہے پوچھ لینا، حضرت ابوبکرؓ ہی سے سوال کرنے اور پوچھنے کی آپ نے کیوں تلقین کی؟ اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی آدمی سے مسئلہ پوچھنا نہ شرک فی الرسالۃ ہے اور نہ گناہ، بالفاظ دیگر غیر منصوص مسائل میں تقلید شخصی نہ شرک ہے اور نہ گناہ۔

حضرات ناظرین کرام: ہم نے چند صحیح حدیثیں بطور نمونہ آپکے سامنے عرض کی ہیں کہ تقلید شخصی اگر شرک ہوتی تو ناممکن اور محال تھے کہ آنحضرت ﷺ اس کی اجازت دیتے، اور پھر آپ کے حضرات صحابہؓ اسکی ترویج اور اشاعت کرتے؟ بلکہ وہ خود اس پر اس طور پر عمل پیرا تھے کہ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے الفاظ میں وہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے قدم

بقدم چلتے کہ سر مو بھی تجاوز نہ کرتے اور پھر حضرات صحابہ کرامؓ ایک ہی استاذ کی خدمت میں رہنے کی وصیت بھی اپنے تلامذہ کو کرتے رہے، جیسا کہ حضرت معاذؓ نے اپنے شاگرد حضرت عمرو بن میمونؒ کو وصیت کی تھی کہ تم میری وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں ہی رہنا، اور بعض حضرات تابعین کے عمل بھی ایسے ہیں مثلاً حضرت محمد بن سیرینؒ نے فرمایا کہ امام شعبیؒ کے فتاوی پر ہی بھروسہ کرنا کیونکہ وہ حضرات صحابہ کی موجودگی میں فتوی دیا کرتے تھے، اسی طرح حضرت عنبسہ کا حضرت ابوقلابہ کے متعلق اہل شام کو یہ کہنا "لن تزالو بخير يا اهل الشام مادام فيكم هذا او مثل هذا"۔ (بخاری ج:۲، ص:۶۶۳، مسلم ج:۲، ص:۵۷) یعنی اے اہل شام جب تک تم میں حضرت ابوقلابہؒ یا ان جیسے سمجھدار موجود ہیں تو تم خیریت کے ساتھ ہی رہو گے۔

اب ان حوالجات سے روز روشن کی طرح معلوم ہوتا ہے کہ غیر منصوص مسائل میں تقلید شخصی نہ کفر و شرک ہے اور نہ بدعت و مذموم بلکہ محمود و مقصود ہے ورنہ معاذ اللہ اس غلط نظریہ کی نسبت آنحضرت ﷺ، حضرات صحابۂ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور جمہور سلف و خلف کی طرف ہوگی۔

اجماع امت بر تقلید ائمہ

(۱) وما خالف الائمة الاربعة مخالف للاجماع — وقد صرح فی التحریران الاجماع انعقد علی عدم العمل بمذهب مخالف الاربعة لانضباط مذاهبهم وانتشارها وكثرة اتباعهم (الاشباه جلد:۱، صفحه: ۱۴۳۔)

(۲) وفی زماننا هذاانحصرت صحة التقليد فی هذه المذاهب الاربعة فی الحكم المتفق عليه بينهم وفی الحكم المختلف فيه ايضا قال المناوی فی شرح الجامع الصغير ولايجوز اليوم تقليد غير الائمة الاربعة فی قضاء ولاافتاء (بناية المراد صفحه ۲۴)

(۳) وقد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما یجوز للاربعة فلایجوز الاتباع لمن حدث مجتهداً مخالفالهم (تفسیر احمدی).

(٤) والانصاف ان انحصار المذاهب فی الاربعة فضل الهی وقبولیة من . عند الله لامجال فیه للتوجیهات والادلة (تفسیر احمدی صفحه ۲۹۷).

(۵) اماالاجتهاد المطلق فقالوا اختتم بالائمة الاربعة حتی اوجبوا تقلید واحد من هؤلاء علی امته ونقل امام الحرمین الاجماع علیه (روضة الطالبین محی الدین نووی).

(٦) اما فی زماننا فقال ائمتنا لایجوز تقلید غیر الائمة الاربعة الشافعی ومالك وابی حنیفة واحمد بن حنبل (فتح المبین شرح اربعین ابن حجر).

(۷) انعقد الاجماع علی عدم العمل بالمذاهب المخالفة للائمة الاربعة (فتح القدیر لابن الهمام).

(۸) فان اهل السنة وقد افترق بعد القرون الثلاثة اوالاربعة علی اربعة مذاهب ولم یبق مذهب فی فروع المسائل الا هذه الاربعة .... قد انعقد الاجماع المرکب علی بطلان قول یخالف کلهم قال رسول الله ﷺ لایجتمع امتی علی الضلالة وقال الله تعالی ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی ونصلیه جهنم وساءت مصیرا (تفسیر مظهری جلد ۲ صفحه ٦٤).

(۹) یجب علی العامی وغیره ممن لم یبلغ مرتبة الاجتهاد التزام مذهب معین من مذاهب المجتهدین (شرح جمع الجوامع سیوطی).

(۱۰) ولم اندرست المذاهب الحقة الا هذه الاربعة کان اتباعها

اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنها خروجا عن السواد الاعظم.

(عقد الجيد صفحه ۳۷).

(۱۱) هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الائمة او من يقيد بها منها على جواز تقليدها اى يومنا هذا.

(حجة الله البالغة جلد ۱ صفحه ۱۲۳).

(۱۲) وبالجملة فالتمذهب للمجتهدين سرا لهمه الله تعالى العلماء وجمعهم عليه من حيث يشعرون اولا يشعرون (الانصاف صفحه ۲۰).

(۱۳) وليس مذهب فى هذه الازمنة المتأخرة الاهذه المذاهب الاربعة اللهم الا مذهب الامامية والزيدية وهم اهل البدعة (عقد الجيد ۳۷).

(۱٤) من كان خارجا عن هذه المذاهب الاربعة فهو من اهل البدعة والنار (طحطاوى على الدرر باب التعزير).

(۱۵) اما مذاہب مختلفۂ اہل السنۃ والجماعۃ مثل اشعریہ و ماتریدیہ در عقائد، و مثل حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی در فقہیات، و مثل قادری و چشتی، نقشبندی، سہروردی در سلوک ایں ہمہ را فقیر برحق میداند (فتاوی عزیزی جلد ۲ صفحہ ۲۴).

(۱٦) علامہ ابن امیر الحاج اپنی کتاب التقریر والتحریر میں فرماتے ہیں والحاصل ان هؤلاء انحرقت بهم العادة على معنى الكراهة عناية من اللّٰه تعالى بهم اذا اقيست احوالهم باحوال اقرانهم ثم اشتهار مذاهبهم فى اقطار الارض، واجتماع القلوب على الأخذ بها دون ماسواها الا قليلا على ممر الاعصار جلد ۳ صفحه ۲۵٤).

(۱۷) وفيه اشارة الى ان انحصار المسالك فى المذاهب الاربعة المشهورة فى الازمنة المتأخرة امر الهى وفضل ربانى لايحتاج الى اقامة الدليل (غيث الغمام صفحه ۵).

(۱۸) شاہ اسماعیل شہیدؒ فرماتے ہیں دراعمال اتباع مذاھب اربعہ کہ رائج درتمام اہل اسلام است بہتر وخوب ست (صراط مستقیم)

(۱۹) قیامت کے دن جب کافر دوزخ میں آگ کے شعلوں میں جل رہے ہونگے تو اس وقت کی ان کی بات اللہ تعالیٰ نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ماکنا فی اصحاب السعیر – یعنی اور کہیں گے اگر ہم ہوتے سنتے یا سمجھتے تو نہ ہوتے دوزخ والوں میں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ المتوفی ۱۲۳۹ھ اس کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ بعض حضرات مفسرین کرام نے نسمع کو تقلید پر اور نعقل کو تحقیق واجتہاد پر حمل کیا ہے کہ یہ دونوں نجات کے ذریعہ ہیں۔

(۲۰) اور حضرت مولانا عبدالحق حقانیؒ المتوفی ۱۳۳۲ھ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ پس انسان کی فلاح کے دو ہی طریق ہیں اول اور آسانی یہ کہ کسی ناصح اور ہادی کی بات سنکر مان لے یہ تقلید کا مرتبہ ہے اور قرآن مجید نے اس آیت میں اسی کو مقدم کیا ہے۔ دوم یہ کہ خود عقل سلیم سے غور وتدبر کرے یہ اجتہاد کا مرتبہ ہے، پھر جس کو دونوں باتیں نصیب نہوں تو اسکے برباد ہونے میں کیا شک ہے۔ (تفسیر حقانی جلد ۹، صفحہ ۱۴۹)

(۲۱) اور حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ اپنے ایک وعظ میں سورۂ ملک کی اسی آیت کریمہ کی تفسیر اور تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اسی کے متعلق ارشاد ہے کہ "نسمع" میں تقلید اور "نعقل" میں تحقیق کو ذکر فرمایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ دوزخ سے بچنے کے دو طریق ہیں، یا تقلید ہو یا تحقیق ہو (دعوت عبدیت جلد ۵)

(۲۲) حضرت مولانا عبدالحئیؒ لکھنوی لکھتے ہیں مجھے اپنی زندگی کے خالق کی قسم ان ملحدوں کا فساد برپا کرنا اور ان کے چھوٹے بھائیوں کا فساد برپا کرنا جو غیر مقلدین سے مشہور ہیں اور جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور انہیں محدثین کرام سے کیا تعلق اور نسبت ہے؟ یہ

لوگ ہندوستان کے سب شہروں میں اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے بعض شہر میں پھیل چکے ہیں۔اوران کی وجہ سے شہروں میں خرابی جھگڑا وعناد واقع ہو چکا ہے۔سو اللہ تعالی ہی کیطرف شکوہ عاجزی اور التجاء ہے،اسلام کی ابتداء بھی غربت میں ہوئی اور لوٹے گا بھی یہ غربت میں سو غرباء کے لئے خوشی ہو بے شک ایسے مفسد اور ملحد پہلے زمانوں میں اور اسلامی سلطنت میں کئی مرتبہ ظاہر ہوئے،لیکن اکابر ملت اور امت کے بادشاہوں نے ان کا مقابلہ قاطع تلواروں سے کیا۔اوران پر کاٹنے اور فناء کرنے والی تلواریں چلائیں اور ایسے ملحدوں کی ہلاکت سے یہ فتنہ ختم ہوا،مگر ہمارے زمانہ میں جب کہ ہندوسان میں دبدبے اور قوت والی اسلامی سلطنت ہی باقی نہ رہی،تو یہ فتنے عام ہوگئے،اوران فتنوں نے اللہ تعالی کے بندوں کو مشقتوں میں مبتلا کردیا۔ (الاثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ صفحہ ۲۴۸)۔

قال الغزالی مستدلا علی ان العامی لیس له الا التقلید مانصه وتستدل علی ذلك بمسلکین– احدهما اجماع الصحابة فانهم کانوا یفتون العوام ولایأمرونهم بنیل درجة الاجتهاد وذلك معلوم علی الضرورة والتواتر من علمائهم وعوامهم (المستصفی جلد ۲ صفحه ۳۸۵)۔

قال الأمدی فی کتابه "الاحکام" واماالاجماع فهو انه لم تزل العامة فی زمن الصحابةؓ والتابعین قبل حدوث المخالفین یستفتون المجتهدین ویتبعونهم فی الاحکام الشرعیة والعلماء منهم یبادرون الی اجابة سوالهم من غیر اشارة الی ذکر الدلیل ولاینهونهم عن ذلك من غیر نکیر فکان اجماعا علی جواز اتباع العامی للمجتهد مطلقا (الاحکام الامدی جلد ۳ صفحه۱۷۱)۔

شاہ ولی اللہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے نقل فرماتے ہیں لان النـــاس لـم یـزالـوا مـن زمـن الـصـحـابة رضی الله تعالی عنهم الی ان ظهرت المذاهب

الاربعة يقلدون من اتفق من العلماء من غير نكير من احد يعتبر انكاره ولوكان ذلك باطلا لانكروه (عقد الجید صفحہ۳۶)۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں ان الصحابة والتابعين كانوا يعتقدون ان خير هذه الامة ابوبكرؓ ثم عمرؓ وكانوا يقلدون فى كثير من المسائل غيرهما بخلاف قولهما ولم ينكر على ذلك احد فكان اجماعا على ماقلناه (عقد الجید صفحہ۴۴)۔

نیز دوسری جگہ میں فرماتے ہیں فهذا كيف ينكره احد مع ان الاستفتاء لم يزل بين المسلمين من عهد النبی ﷺ ولافرق بين ان يستفتي هذا دائما ويستغنى هذا حينا بعد ان يكون مجمعا على ماذكرناه (عقد الجید صفحہ۳۹)۔

صحابہ و تابعین ہمہ در یک مرتبہ نہ بودند، بلکہ بعضے ایشاں مجتہد بودند و بعض مقلد قال الله تعالى لعلمه الذين يستنبطونه منهم (قرۃ العینین صفحہ۲۵)۔

مذہب فاروق اعظم بمنزلہ متن ست و مذاہب اربعہ بمنزلہ شرح۔

(ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۸۲)۔

ہندوستان میں غیر مقلدوں کے امام اور پیشوا نواب صدیق حسن خان صاحب کے استاذ مفتی صدرالدین (صدر الصدور) کی رائے: کسے کہ مذہب یکے از ائمہ اربعہ اختیار کند آن متبع ست سنت رسول ﷺ و شخصے عامی بلکہ عالم را نیز کہ بمرتبہ اجتہاد نرسیدہ باشد تقلید یکے از مجتہدان امت واجب ست و بالفصل مذاہب اربعہ از مجتہدان امت مشہورہ و متواتر و مقبول و مدون منقول ست۔ پس تقلید یکے را از یں چار ائمہ اختیار باید کرد و منکران حقیقت مذاہب اربعہ و بدعت گویند آن تقلید ضال و مضل اند۔ وهم اضلوا كثيرا وضلوا عن سواء السبيل (تنبیہ الضالین صفحہ ۴۵)۔

دیکھئے مولانا موصوف خود غیر مقلد ہیں اور ان کے خطاب کا رخ بھی غیر مقلدین حضرات ہی کیطرف ہے کہ بے علمی کے لئے ترک تقلید کفر وارتداد کا ذریعہ ہے اور ربع صدی کے طویل اور صحیح تجربہ کے بعد مولانا موصوف نے یہ فرمایا ہے کہ اور جو کچھ فرمایا وہ بالکل بجا اور صحیح فرمایا ہے۔ اسلئے کہ جاہل کیلئے واقعی ترک تقلید ارتداد کا کھلا دروازہ ہے۔

ترک تقلید کے نتائج:

عبداللہ چکڑالوی (بانی فرقۂ منکرین حدیث) اسلم جیراجپوری، نیاز فتح پوری ڈاکٹر غلام جیلانی برق (منکر حدیث) ڈاکٹر احمد دین اکاکڑھی، علامہ مشرقی چوہدری غلام احمد پرویز اور حتی کہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی اس ترک تقلید کے چور دروازے سے بالآخر ارتداد کی منزل میں پہنچے ہیں۔ اور مولانا مودودی صاحب نے بھی جن بعض بنیادی مسائل میں ٹھوکریں کھائی ہیں اور جن بعض مسائل میں پوری ملت اسلامیہ اور سلف صالحین کے مد مقابل کمر ٹھونک کر کھڑے ہوگئے ہیں یہ سب ترک تقلید ہی کا نتیجہ ہے۔

ادلۂ اربعہ:

ادلۂ شرعی چار ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول ﷺ (۳) اجماع الامت (۴) قیاس (اصول الشاشی) شروط صحة القياس خمسة احدها ان لايكون في مقابلة النص والثاني ان لايتضمن تغيير حكم النص (اصول شاشی صفحہ ۹۳)۔

ادلہ اربعہ کے متعلق راہنمائے غیر مقلدین جناب نواب صدیق حسن صاحب کی زبانی سنئے، موصوف اصحاب المرکوم میں لکھتے ہیں ادلہ شرعیہ چار ہیں: اول: کتاب اللہ، دوم: سنت رسول ﷺ، سوم: اجماع، چہارم: قیاس۔ (صفحہ ۳۲۴، ۵۱۰۔)

نواب خان اپنی کتاب آداب المفتی میں لکھتے ہیں: وقد كان اصحاب رسول